ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

امر تا پریتم کے افسانوں کے نسوانی کرداروں کا مزاج

THE MOOD OF THE FEMALE CHARACTERS IN AMRITA PRITAM'S SHORT STORIES

ڈاکٹر شائستہ حمید خان، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔
ڈاکٹر عائشہ سلیم، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔
فیصل جمیل، ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

Abstract

Amrita Pritam is a well Known Hindustani Novelist, Short story writer and poetess. She highlighted the problems of women beautifully presenting his female characters are humble, soft, struggling in their personal lives and kept inactive in the flow of incidents and happenings of their individual circumstances. These characters collide with the social customs facing countless difficulties but lack the aspect of action which sums or found in the female characters of other short story writers. The mood of the female characters of Amrita Pritam is humble, patient and soft in nature. There is no any sense of revolt and reaction in their mind and action. This Article presents a study of the mood of Amrita Pritam's female characters.

Keywords: Amrita Pritam, Hindustani, Novelist, Short story writer, poetess, female characters, mood.

امر تا پریتم ہندوستانی ناول نگار، افسانہ نگار اور شاعرہ ہیں۔ اُنھوں نے اپنے افسانوں میں خواتین کے مسائل کو نمایاں کیا اور اپنے نسوانی کرداروں کو بہت خوش اسلوبی سے پیش کیا۔ اُن کے بیشتر نسوانی کردار دِھیمے مزاج کے اور اپنی دُنیا میں مگن، گم اور اُلجھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جو حالات وواقعات کے بہائو میں بہتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کردار رسم ورواج سے بھی ٹکراتے اور پریشانی اُٹھاتے ہیں کیونکہ ان میں تحریک کی وہ جہت مفقود ہے جو ہمیں دوسرے افسانہ نگاروں کے ہاں ملتی ہے۔ امر تا کے افسانوں کے نسوانی کرداروں کا مزاج صبر و تحمل اور برداشت والا ہے۔ ان میں کسی قسم کی شدید بغاوت یا ردِ عمل نہیں ملتا۔ سلیم آغا قزلباش اس ضمن میں لکھتے ہیں :

> ”افسانے کو پیش کرنے کے بالعموم دو طریقے رائج رہے ہیں۔ یعنی واقعہ یا پھر کردار کے ذریعے افسانہ پیش کرنا۔ یہ نہیں کہ واقعات پر مبنی افسانوں میں واقعات کا فقدان ہوتا ہے، صرف یہ ہے کہ واقعات پر مبنی افسانوں میں کردار دبے ہوئے ہوتے ہیں اور واقعات یا واقعہ حاوی ہوتا ہے۔ جبکہ کردار کے حامل افسانوں میں کردار واقعات کے خس وخاشاک سے سَر نکالتا ہو اصاف دکھائی دیتا ہے۔“ ۱؎

امر تا پریتم کے افسانوں کے کرداروں میں ایک طرف تو نسوانی جذباتیت کے عناصر ہیں اور دوسری طرف تحمل اور اپنے اندر گم ہونے کی صلاحیت بھی موجود ہے۔

امر تا ان کرداروں کی جذباتی صورت حال کو اپنے افسانوں کے ذریعے پیش کرتی ہیں لیکن ایک خاص چیز جو اُن کے کرداروں میں پائی جاتی ہے وہ یہ کہ ان کے ہاں کوئی خاص ڈرامائی صورتحال پیدا نہیں کی جاتی، نہ کوئی نتیجہ نکال کر سامنے رکھا جاتا ہے اور نہ ہی کسی واقعے کے ذریعے کرداروں کو اُبھارا جاتا ہے۔ سید وقار عظیم نے اپنی کتاب ”نیا افسانہ“ میں اُردو افسانے کے کرداروں کو پیش کرنے کے طریقے بیان کیے ہیں:

> ”پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ کہانی میں جوں جوں واقعات ترتیب وار واقع ہوتے جاتے ہیں، کردار کا نقش خود بخود ان سے اُبھرتا رہتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لکھنے والا کہانی کے شروع ہی میں کردار کا مکمل تعارف ہم سے کراتا ہے اور اس کے بعد کہانی شروع ہوتی ہے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے طریقوں کے اچھے اجزا کو ملا کر کردار نگاری کی جائے۔“ ۲؎

”کنویں کی بوکی“ کی ”جندرو“ ایک باہمت عورت ہے جو پہاڑ کی اوٹ میں درختوں کے جنگل میں ایک چھوٹے سے دومنزلہ مکان میں رہتی ہے اور کھیتوں میں کام کرتی ہے۔ بچپن سے ہی وہ باپ کی مدد کرتی ہے۔ اس کی زندگی کنویں کی بوکی کی طرح گزرتی رہی جہاں ایک پیاسا راگیر آتا ہے اور جب وہ اپنے ہاتھوں کی اوک اس کے سامنے

کرتی ہے تو وہ ساری کی ساری اس میں جا گرتی ہے مگر وہ پیاسا مصور جو یہاں رنگوں سے بھری ہوئی تصویریں بنانے کے لیے آیا تھا، جندرو کو پتھر کی مُورت بنا کر اُس میں رنگ بھرے بنا چلا جاتا ہے اور کنویں کی بو کی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خالی رہ جاتی ہے۔ لیکن کنویں کی اس بو کی کو کسی پر کوئی افسوس نہیں۔ وہ کہتی ہے :

> "نہیں نہیں۔ کوئی غم نہیں۔ میرا پانی تو کام آیا... اُس کی پیاس تو بجھ گئی... مجھے کوئی افسوس نہیں، نہ اُس پر نہ اپنے آپ پر...!"[۳]

یوں جندرو صابر اور شاکر عورت کے روپ میں سامنے آتی ہے۔ اُس میں احتجاج یا ردِ عمل نہیں اُبھرتا۔ وہ مفاہمت پر آمادہ ہے۔ بے شک وہ ایک باہمّت اور حوصلہ مند عورت ہے مگر اُس کی ساری ہمّت اور حوصلہ فطرت سے ٹکرانے میں ہے، سماجی ناانصافی سے ٹکر لینے میں نہیں۔ اُس کی مزاحمت جس قدر بھی ہے فطرتی مظاہر کے ساتھ ہے، سماجی عوامل کے ساتھ نہیں۔ سماجی سطح پر اُس نے اپنے آپ کو حالات کے بہاؤ پر چھوڑ رکھا ہے۔

امر تا کے دو نسوانی کردار جو غربت کے ہاتھوں جنسی استحصال کا شکار ہوئے، قابلِ ذکر ہیں۔ ایک "چھمک چھلّو" کی "چھلّو" اور دوسری "کوری ہانڈی" کی "مِس کملا داس" ہیں۔ چھلّو کا باپ معذور اور ماں سوتیلی ہے۔ وہ ٹوکریاں بناتی ہے اور گھر سے باہر جا کر لاری یا موٹر والوں کو ٹوکریاں بیچنے پر مجبور ہے لیکن ٹوکریاں بیچتے ہوئے اُس کا مُنہ لوٹے جیسا بن جاتا ہے اور اس کی سوتیلی ماں کے بقول اسی لیے چھلّو کی زیادہ ٹوکریاں نہیں بکتیں۔ آج چھلّو کے باپ نے اُس سے فرمائش کی کہ ٹوکریاں بیچ کے واپسی پر آدھ سیر گوشت، لہسن، پیاز، ادرک اور ہری مرچ لیتی آنا۔ اِس لیے آج چھلّو ٹوکریاں بیچنے کے لیے اس کوشش میں ہے کہ اُس کا مُنہ لوٹے جیسا نہ بننے پائے۔ اگرچہ رتناؔ اُسے موٹر والوں کے پاس جا کر ٹوکریاں بیچنے سے منع بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے اخبار بکنے دو میں تمھاری ٹوکریاں خرید لوں گا لیکن چھلّو کو یہ بھی گوارا نہیں۔ وہ ایک موٹر والے کے پاس جا کر اُسے ٹوکریاں دکھانے لگتی ہے لیکن موٹر والے کے دِل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ چھلّو کی ساری ٹوکریاں خرید لینے کا جھانسہ دے کر موٹر میں سوار کر کے ویرانے میں لے جاتا ہے۔ جب چھلّو کو ہوش آتا ہے تو وہ ایک درخت کے نیچے پڑی ہوتی ہے اور اُس کی جیب میں دس روپے کا نوٹ ہوتا ہے۔ جب وہ لاری میں سوار ہو کر گھر کو جاتی ہے تو اُس کا جی چاہتا ہے کہ وہ چلتی لاری سے کود پڑے اور مر جائے اور اُس نوٹ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، مگر ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ گوشت کی دُکان سے گوشت خرید کر گھر پہنچی اور گوشت، لہسن، پیاز، ادرک اور ہری مرچ باورچی خانے میں رکھ دیا۔ اُس کی ماں "کرتارو" ہانڈی میں گوشت بھونتی ہے تو چھلّو کا باپ کرتارو سے کہتا ہے: "دیکھو آج گھر بستا ہوا دکھائی دیتا ہے۔" افسانے کا اختتام مندرجہ ذیل معنی خیز سطور پر ہوتا ہے:

> "چھلّو نے جلتے ہوئے چولھے کی طرف دیکھا۔ چولھے کا سارا جسم آگ کی طرح جل رہا تھا۔ چولھے کے اوپر ہانڈی رکھّی ہوئی تھی۔ چھلّو کو محسوس ہوا جیسے اُس ہانڈی میں اس کی مسکراہٹ بھونی جا رہی ہے۔ اچھا بیٹی اب تُو نئی ٹوکریاں بنانا شروع کر دے میں نے تیرے لیے نئے پتے بھگو رکھے ہیں۔ ماں کرتارو زندگی میں پہلی بار اُس سے اتنے پیار سے بولی۔ حکم کی بندی چھلّو مونڈے پر بیٹھ گئی۔ اُس کے ایک ہاتھ میں پتے تھے اور دوسرے ہاتھ میں سُوا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آج کھیتوں میں وہ پتے نہیں اُگیں گے جن سے وہ ٹوکریاں بنائی جاتی ہیں اور نہ آج سے 'رتنا' کے بیچنے کے لیے ایسے خبار شائع ہوں گے جن میں دن دیہاڑے ایک معصوم لڑکی کے قتل ہونے کی خبر چھپے گی!!"[۴]

چھلّو اپنی خواہشات کے مقابلے میں اپنے ماں باپ کی خواہشات اور ضروریات کے لیے "حکم کی بندی" بن کر جینے پر مجبور ہے۔ وہ اس مجبور زندگی سے لاتعلق سی بھی ہے اور وابستہ بھی۔ اُس کے اندر بیگانگی اور ذمہ داری کا احساس بیک وقت موجود ہے۔ گاہکوں کے سامنے اُس کا لوٹے جیسا مُنہ بنانا اُس کی اپنے پیشے اور مجبوری سے لاتعلقی کا اظہار ہے جسے کمزور احتجاج کے نام سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے لیکن باپ کی فرمائش کو پورا کرنے کے لیے موٹر والے کے ساتھ مسکرانے کی کوشش کرنا (یعنی اپنوں کی توقعات پر پورا اترنے کی خواہش) اور "رتنا" جیسے چاہنے والے محبوب کی بات کی پرواہ نہ کرنا اُس کے ایک طرح کے تعلق اور ذمہ داری کے احساس کا پتہ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ افسانے کی اختتامیہ سطور اس بات کا اعلامیہ ہے کہ اب چھلّو گاہکوں کے سامنے لوٹے جیسا مُنہ کبھی نہیں بنائے گی اور اس کمزور احتجاج سے بھی دست بردار ہو جائے گی جو ممکن تھا کہ آگے چل کر کسی بڑی اندرونی کشمکش یا Dilemma کو جنم دے سکتا اور یہی وہ قتل ہے جس کی خبر اخبار میں کبھی شائع نہیں ہو گی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

”مِس کملاداس“ جو ملازمت کرنے پر مجبور ہے، اُسے اُس کا باس دُگنی تنخواہ کا لالچ دے کر اپنے ساتھ دورے پر لے جاتا ہے اور واپس لوٹتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مس کملاداس اب ”کوری ہانڈی“ نہیں رہی بلکہ ”کالی کلوٹی ہانڈی“ یعنی ”نظر بٹو“ بن گئی ہے۔ اگرچہ یہ سیاہی مِس کملاداس نے اپنے چہرے پر خود نہیں لگائی، ایک ظالم نے لگائی تھی۔ مگر:

”سماج کے دل میں محبت کا ایسا پانی تھا ہی نہیں کہ جس سے وہ اس کوری ہانڈی کی سیاہی کو صاف کر دیتا... اسے دھوڈالتا...
پونچھ لیتا... اُسے سنوار لیتا... اور پھر اُس کو کسی مقدّس چوکے کی زینت بنا لیتا۔“ ۵

مِس کملاداس کنویں میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لیتی ہے۔ افسانہ ”کوری ہانڈی“ اگرچہ تکنیک اور تاثر کے حوالے سے بڑا بھرپور اور منفرد ہے مگر مس کملاداس کا کردار اپنی حد درجہ انفعالیت کی وجہ سے بھی متاثر کن نہیں ہے۔ اس میں امرتا کی مجبوری یہ تھی کہ انہیں معاشرے کی اُس فعالیت کو شدت سے اُبھارنا تھا جو امیر مردوں کے معاشی اور جنسی استحصال کو نمایاں کر سکے اور اس کے لیے مس کملاداس کے کردار میں انفعالیت کے درجات کو بڑھانا ضروری تھا۔

”بندو“ عورت کے خاص مزاج اور کردار کے روپ میں سامنے آتی ہے جو وفا شعار، ٹوٹ کر محبت کرنے والی اور اپنا سب کچھ نچھاور کر کے کچھ نہ طلب کرنے والی مشرقی عورت ہے۔ جو اپنے لیے نہیں صرف اپنے اُس مرد کے لیے زندہ رہتی ہے جسے دل سے ایک بار اپنا مان لیتی ہے تو ساری زندگی اس کے ساتھ گزار دیتی ہے۔ چاہے وہ مرد اس کے ساتھ وفا کرے یا نہ۔

بندو سریندر کی محبت میں اپنا گھر بار چھوڑ کے آ جاتی ہے اور بغیر شادی کے اس کے بچے کی ماں بن جاتی ہے۔ لیکن سریندر اُس کی زندگی جہنم بنا دیتا ہے اور آخر کار اس کی بے رخی کی وجہ سے ہی بندو کو گھر واپس آنا پڑتا ہے۔ سریندر کی وجہ سے وہ بہت دُکھ جھیلتی ہے۔ اُس کا بچہ بھی مر جاتا ہے۔ مگر ”جیسے تم خوش ہو سکتے ہو اسی میں میری خوشی ہے“ کہنے والی بندو جیسے تجارت کا سوال بھی نہیں آتا۔ سریندر کو اُس وقت پھر اپنی محبت بھری بانہوں میں پناہ دیتی ہے جب وہ افلاس، بیماری اور گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا، در در کی ٹھوکریں کھا کر بندو کی چوکھٹ پر آن بیٹھتا ہے۔

پورے افسانے میں بندو کی زندگی صرف اور صرف سریندر کے گرد گھومی ہے۔ اُس کی دنیا، اس کا جہان صرف سریندر ہے۔ یوں بندو کا کردار بھی خاموشی سے سب کچھ سہہ جانے اور صبر و تحمل رکھنے والا ہے۔

”شمی“ ایک جذباتی کردار ہے جس کا المیہ یہ ہے کہ جب اس نے محبت کے حروف پڑھنے شروع کیے تو اس کے سامنے دو ہی منظر تھے ایک میں زندگی کا فلسفہ، زندگی کے بارے میں جانکاری اور زندگی گزارنے کا حل تھا جبکہ دوسری طرف رنگین شوخ تصویریں اور زندگی کی مختلف کہانیاں شامل تھیں۔ شمی نے زندگی کے دوسرے منظر نامے کو اپنایا اور زندگی کی رنگینیوں میں مگن ہو گئی۔ اسے جب حقیقت سے آشنائی ہوئی تو زندگی نے اتنی مہلت نہ دی اور وہ موت کے مُنہ میں چلی گئی۔ امرتا پریتم نے بھی شمی کے کردار کے ذریعے عورت کے ایسے مزاج کو سامنے لانے کی کوشش کی جو زندگی کو اپنی مرضی سے جیئے تو اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ باقی کرداروں کی طرح شمی کا کردار بھی سب کچھ برداشت کرتا چلا جاتا ہے اور زندگی سے بغاوت نہیں کرتا۔

امرتا کا ایک نسوانی کردار ”کیرتی“ ہے جو قارئین پر گہرا تاثر اُبھارتا ہے۔ کیرتی اور شوکمار کے درمیان پیدا ہونے والا تعلق وقت اور سماج کی روایتوں کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اس لیے یہاں جس المیہ سے ہم دوچار ہوتے ہیں اُس کا جنم، داخلی جذبات اور خارجی مجبوریوں کی کشمکش سے ہوتا ہے۔ کیرتی کے کردار کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے آزادی کے اظہار کی قوت رکھتی ہے۔ اس کردار کی موثر عکاسی امرتا کے ان الفاظ میں ہوتی ہے :

”انسانی رشتوں کی دوہری گرفت میں بندھی ہوئی کیرتی نے شوکمار کے جلتے ہوئے خط کے جواب میں ایک ویسا ہی خط لکھ
دیا تھا اور رسموں اور روایتوں سے ایک سرد رسم کے تقاضے پر اُس نے سرخ دھاگے کا ایک سرد ٹکڑا بھیج دیا تھا۔“ ۶

”دھنو“ امرتا پریتم کے تمام نسوانی کرداروں میں واحد متحرک، جی دار اور مُنہ پھٹ کردار نظر آتا ہے۔ اُس کے ماضی کی حقیقت سے کوئی بھی آگاہ نہیں۔ مُنہ پھٹ ہونے کی وجہ سے گاؤں بھر میں کسی کو دھنو کے سامنے کچھ کہنے کی جرات نہیں۔ وہ جب تک زندہ رہتی ہے اپنے مُنہ زور رویئے کے بل پر زندہ رہتی ہے۔ اُسے کسی قسم کی کوئی فکر نہیں۔ اس نے اپنا ایک بھرم رکھا ہوا ہے کہ جب بھی مجھ پر مشکل پڑی تو میں اس سے نمٹ سکتی ہوں۔ حقیقت میں دھنو عورت کی معاشرتی حیثیت اور اُس کی مجبوریوں

سے بخوبی واقف ہے۔اس سلسلے میں اُس کا فلسفہ زندگی بھی بڑا سیدھا سادہ اور دوٹوک ہے۔ دھنو سماجی روایتوں اور بندھنوں سے باغی ہے۔اُس کی باتوں میں طنز کے تیر بھی موجود ہیں۔امرتا کا یہ واحد کردار ہے جو اپنے مزاج میں باغیانہ عناصر رکھتا ہے۔

امرتا کا افسانہ "سرد آہ" حقیقت نگاری کے ذیل میں آتا ہے۔یہاں دو نسوانی کردار "نہال کور" اور "ویرو" اس طرح آمنے سامنے ہیں جو نہ صرف دو مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں بلکہ انہیں نمایاں بھی کرتے ہیں اور اپنی اپنی صورتحال کے مد مقابل اور نبرد آزما بھی ہیں۔نہال کور سردار کی پہلی بیوی ہے۔اولاد نہ ہونے کی وجہ سے سردار کو وارث کی فکر لاحق ہوتی ہے تو نہال کور خود سردار کی دوسری بیوی ویرو کو تلاش اور پسند کرتی ہے اور یوں وہ سردار کے سینے سے نکلنے والی سرد آہ کو اپنے سینے میں دبی سرد آہوں کے ساتھ دبا لیتی ہے۔وہ ویرو کا بالکل ایک بیٹی اور بہو کی طرح خیال رکھتی ہے۔نہال کور کا کردار یہاں سوت ہوتے ہوئے بھی ماں کی شکل میں پیش ہوا ہے جس نے نہال کور کے کردار کو ایک وقار اور متانت بخشی ہے جبکہ ویرو اس بات پر نالاں ہے کہ اُس کے باپ نے دو ہزار کے عوض اُسے ایک بوڑھے کے حوالے کر دیا ہے۔اسی اثنا میں ویرو ایک بیٹے کو جنم دیتی ہے اور نہال کور کو بتاتی ہے کہ یہ بچہ سردار کا نہیں بلکہ اس کے منشی کا ہے۔اب وہ لوٹ کے واپس گھر نہیں جائے گی۔نہال کور اس سے صرف اتنی التجا کرتی ہے کہ سردار کو منشی کا نام نہ بتانا ورنہ وہ اُسے نوکری سے نکال دے گا جبکہ نہال کور کہتی ہے کہ منشی تو شادی شدہ ہے اور اس کے دو بچے ہیں تو ویرو کہتی ہے :

"اسی لیے وہ اور بھی ڈرتا ہے کہ سردار کو پتہ چل گیا تو اُس کی نوکری بلاوجہ جاتی رہے گی۔اُسے کون سا مجھے اپنے گھر بسانا ہے کہ میں اس کی نوکری چھڑواؤں۔وہ جہاں بھی رہے خوش رہے..." ۷

اگرچہ ویرو کا باغیانہ رویہ ہمارے سامنے آتا ہے لیکن اگر غور کریں تو یہ بغاوت محض فطری تقاضوں کی تسکین تک محدود رہتی ہے۔سماجی یا معاشرتی حقوق کی پاسداری اس کا مطمع نظر نہیں۔

مختصر یہ کہ امرتا پریتم کے افسانوں کے کرداروں کا مزاج جامد نوعیت کا ہے جس میں کسی قسم کی تحریک نہیں۔چند کردار ایسے ہیں جن میں بغاوت کی ہلکی سی لہر اٹھتی ہے مگر بہت جلد وہ نسوانی کردار اس پر قابو پا لیتے ہیں۔زندگی سے سمجھوتہ کرنے اور مقدر کے لکھے کو اپنانے والے نسوانی کردار امرتا پریتم کے افسانوں کی جان ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سلیم آغا قزلباس، جدید اُردو افسانے کے رُجحانات، کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۲۰۰۰ء، ص: ۲۱۹۔

۲۔ وقار عظیم، سیّد، نیا افسانہ، کراچی: اُردو اکیڈمی، سندھ، ۱۹۵۷ء، ص: ۳۷۔

۳۔ امرتا پریتم، میرے بہترین افسانے، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۸ء، ص: ۳۷۔

۴۔ امرتا پریتم، میرے بہترین افسانے، ص: ۶۵، ۶۶۔

۵۔ معراج نیر، سیّد، ڈاکٹر (مرتب)، ترقی پسند افسانے، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص: ۴۷۱۔

۶۔ امرتا پریتم، میرے بہترین افسانے، ص: ۸۲۔

۷۔ ایضاً: ص: ۹۹۔